Fikr-o-Nasar (Islamabad) 31:1 (1993)

حضرت مجددؒ کے "مکتوبات" پر ایک نظر

پروفیسر ڈاکٹر محمد ریاض

حضرت شیخ احمد فاروقی رحمتہ اللہ علیہ کے کئی القاب (۱) ہیں مگر برصغیر میں وہ امام ربانی یا مجدد" الف ثانی کے طور پر معروف ہیں (مدت حیات ۱۴ شوال ۹۷۱ تا ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ / ۲۶ جون ۱۵۶۴ء - ۱۰ دسمبر ۱۶۲۴ء) - آپ تیموری (مغل) بادشاہوں اکبر (۱۵۵۶ - ۱۶۰۵ء) اور جہانگیر (۱۶۰۵ - ۱۶۲۷ء) کے ادوار حکومت کے بہت بڑے عالم دین' صوفی اور مصلح تھے۔ آپ کا مولد مشرقی پنجاب کا قصبہ سرہند تھا جو آپ کا مرجع خلائق مدفن بھی بنا۔ حضرت مجدد" نے اپنے اس شرف کا خود ذکر کیا ہے کہ وہ دین اسلام کے دوسرے ہزار سالہ دور کی تجدید حیات کرنے پر مامور ہوئے تھے - حضرت موصوف تصوف کے تین سلسلوں سہروردیہ قادریہ اور نقشبندیہ میں بیعت ہوئے - آخری سلسلے کی نشرواشاعت کے سلسلے میں آپ اور آپ کے مریدین نے سعی بلیغ کی - اس سلسلے اور آپ کے قدرداں علمائے حق کی وساطت سے آپ کا پیغام اصلاح و عمل آپ کی زندگی میں ہی کئی مشرقی ممالک اسلامی میں پہنچنا شروع ہو گیا تھا۔ اس سلسلے میں آپ کے مکتوبات بڑے موثر رہے۔ عربی اور فارسی نثر و نظم میں ممزوج آپ (۲) کے یہ صدھا خطوط اب تک اردو کے علاوہ عربی اور انگریزی میں ترجمہ ہو چکے۔ ان کی متعدد اشاعتیں ہوئیں اور یہ مخطوطات کی صورت میں دنیا کے اہم ترکتب خانوں کی زینت بنے ہوئے ہیں۔

مختصر احوال:

حضرت مجدد" کی حیات و تصانیف نیز ان کے کارناموں کے بارے میں' مختلف مدارج نقد و تحقیق کا' کافی مواد دست یاب ہے - راقم تو ایک تعارفی شذرے پر اکتفا کرے گا۔ (۳)

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

شیخ مجدد ؒ کے والد شیخ عبدالاحد تھے۔ وہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کے صاحبزادے شیخ رکن الدین کے مرید تھے۔ آپ ایک قابل عالم معقولات بھی تھے۔ حضرت مجدد ؒ میں آثار رشد ابتدا ہی میں نمایاں تھے۔ اسی لئے والد نے ان کی تعلیم و تربیت خاص التفات سے کی۔ شیخ مجدد ؒ کے دیگر اساتذہ کا تعلق بدخشاں، سیالکوٹ اور کشمیر وغیرہ سے تھا۔ آپ نے قرآن مجید حفظ کیا اور متداول علوم و فنون میں تبحر حاصل کیا۔ تفسیر و حدیث میں ان کے استاد قاضی بہلول بدخشانی تھے۔ معقولات کا درس آپ علامہ شیخ کمال الدین کشمیری سے لیتے رہے۔ کشمیر کے ایک خمسہ سرا (۴) شاعر اور متبحر عالم شیخ محمد یعقوب صرفی تھے (۹۲۸ تا ۱۰۰۳ھ) عربی صرف و نحو میں غیر معمولی مہارت کی بنا پر لوگ انھیں صرفی کہنے لگے اور آپ نے اس لفظ کو اپنا تخلص بنا لیا تھا۔ حضرت مجدد ؒ نے شیخ صرفی سے فیضان پایا اور سند حدیث حاصل کی۔ ذوق علم اور شغل تدریس کی کشش انھیں اکبر کے دارالحکومت لے آئی۔ یہ مقام فتح پور سیکری، اکبر آباد یا آگرہ ہے۔ حضرت مجدد ؒ کئی سال تک یہاں مقیم رہے۔ یہاں کے انحراف آمیز علمی ذوق نے آپ کو اصلاح اور تجدید دین کی جانب متوجہ کیا۔ یہاں آپ ابوالفیض فیضی (و ۱۰۰۴ھ) اور ابوالفضل علامی (م ۱۰۱۱ھ) سے ملتے بھی رہے۔ یہ دونوں بھائی اکبر کے "نو رتنوں" میں خاص مقام رکھتے تھے۔ شواھد ملتے ہیں کہ حضرت مجدد ؒ (نیز ان کے استاد شیخ صرفی) نے فیضی کی بے نقطہ حروف میں لکھی جانے والی تفسیر "سواطع الالہام" کی تکمیل میں مدد کی تھی، مگر دین اسلام کی حرمت کے سلسلے میں ان بھائیوں کے "اباحی" رویے کے پیش نظر، حضرت مجدد ؒ ان سے جلد ہی کٹ گئے تھے۔ چنانچہ ابو الفضل علامی نے مقام نبوت نیز امام محمد غزالی کی کتاب "المنقذ من الضلال" کے حصہ انتقاد فلاسفہ کے خلاف ایک محفل میں ہرزہ سرائی کی۔ حضرت مجدد ؒ نے اس کے خلاف فوری عکس العمل دکھایا اور بعد میں انھوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے ان دینی مباحث کی حمایت میں علمی مواد مہیا فرمایا۔

چند سال بعد حضرت مجدد ؒ کے والد دارالحکومت اکبر آباد تشریف لے گئے اور انہیں سرہند واپس لے آئے۔ اس موقع کے دو واقعات قابل ذکر ہیں۔ ایک یہ کہ شیخ مجدد ؒ نے دہلی میں خواجہ باقی باللہ نقشبندی سے ملاقات کی اور ان کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔ دوسرا یہ کہ آپ نے اکبری عہد کے مشہور نیک سرشت امیر خان اعظم شیخ فرید خان کی صاحبزادی سے تھانیسر (۶) میں

شادی کی اور انہیں سرہند لے آئے۔ اس سعادت مند زوجہ نے آپ کو مالی سہارا دیا' اپنی اولاد کی صالح خطوط پر تشکیل کی اور بڑی استقامت سے زندگی گذاری۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کابلی ثم دہلوی اس عصر کے نہایت بلند پایہ نقشبندی بزرگ تھے۔ حضرت مجددؒ ان سے تین بار ملے اور چند ماہ تک ان کے زیر تربیت بھی رہے۔ حضرت مجددؒ کی خداداد صلاحیتیں مسلم ہیں مگر ان کی سیرت کے تشکیلی اور ابتدائی عملی دور میں ان کے اس مرشد کی مساعی بھی بیحد موثر رہی ہیں (و ۱۶۰۳ء)۔

حضرت مجددؒ کی تصانیف:

عہد اکبری' حضرت مجددؒ کا تشکیلی دور تھا۔ اس عہد کو دور فتن کہا جاتا ہے کیونکہ اکبر بالعموم ہندوؤں کی خوشنودی حاصل کرنے میں کوشاں رہا اور ہندو بڑی بے باکی سے شعائر اسلامی کی تخریب میں لگے رہے۔ اکبر کے مسلم معاشر اور مشیر متجدد تھے یا اباحی اور مبتدع۔ حضرت مجددؒ ان سب حالات و اوضاع کے ناظر تھے۔ دعوت واصلاح کے لئے سراپا سرگرم ہونے سے قبل البتہ انہوں نے کچھ علمی کام بھی کیا۔ اس وقت تک آپ وحدت وجود کے بھی قائل تھے جسے بعد میں انہوں نے وحدت شہود سے ایک فروتر مقام قرار دیا۔ حضرت مجددؒ کی اکثر تصانیف حلیہ طباعت سے آراستہ ہو چکیں۔ اس لئے ہم انہیں مختصراً ذکر کئے دیتے ہیں:

۱۔ رسالہ اثبات النبوۃ (عربی): سیرت رسول اکرمؐ' ضرورت نبوت اور احتیاج ختم الرسالت اس رسالے کا موضوع ہے۔ ضمناً مصنف لکھتے ہیں کہ فلاسفہ تشکک پیدا کرتے ہیں۔ حلاوت ایمان وحی کے ذریعے ملتی ہے۔ نبوت' خالق اور مخلوقات کے درمیان محکم ربط وضبط پیدا کرتی ہے۔

۲۔ رسالہ تہلیلیہ (عربی) تہلیل لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنا ہے۔ اس رسالے میں توحید و رسالت کا بیان ہے۔ سیرت رسولؐ کا بیان رسالہ اثبات النبوۃ کا سا ہے۔ البتہ توحید کے سلسلے میں ابھی توحید صوفیا کی گونج ہی سنائی دیتی ہے۔ چنانچہ شیخ اکبر ابن عربی (و ۶۳۸ھ) اور ان کے افکار کے شارح شیخ صدر الدین قونوی (و ۶۷۳ھ) کی تصانیف کے کئی اقتباسات بھی اس رسالے میں منقول ملتے ہیں جو وجودی توحید (وحدت الوجود) کے شارح رہے ہیں۔

۳۔۴ دیگر رسائل میں " مبداء و معاد" اور "معارف لدنیہ" نام کے رسائل بھی ہیں۔ ان رسائل میں صوفیانہ مباحث اور عارفانہ مدارج کے ارتقاء کے علاوہ حضرت مجددؒ کے اپنے واردات قلبی کا بیان ہے۔

۵۔ تعلیقات بر دو شرح رباعیات حضرت خواجہ باقی باللہ دیکھیں حاشیہ ۵۔

۶۔ ارشاد مریدین (ابھی قلمی نسخوں کی صورت میں ہے)۔

۷۔ رد روافض (جس کا عربی ترجمہ شاہ ولی اللہ نے کیا تھا)

۸۔ تعلیقات بر عوارف المعارف" (سہروردی)۔ اس کتاب کے حوالے ہی ملتے ہیں۔

۹۔ مکتوبات۔ حضرت مجددؒ کی اہم تر تصنیف ان کے مکتوبات ہیں جن کا ذکر آئے گا۔

حضرت مجددؒ کی اسارت اور نظارت:

حضرت مجددؒ کا ایک خاصہ یہ تھا کہ وہ مریدین کی رہنمائی کی خاطر اپنے روحانی تجارب بے کم وکاست بیان کرتے اور لکھ دیتے تھے۔ ایسی باتوں سے معاصر علماء کو استعجاب ہوتا تھا اور مخالفین کو فتنہ انگیزی کا موقع ملتا تھا۔ روحانی تجربات کے سلسلے میں آپ کا مکتوب یازدہم معروف ہے (جلد اول)۔ اس میں انہوں نے روحانی تجربات کا ذکر کیا اور من باب مثال اپنی یہ کیفیت بیان کی ہے کہ وہ خلفائے ثلاثہ راشدہ کے مقامات کو عبور کر گئے تھے۔ اس پر شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (و ۱۶۴۲ء) نے انہیں متنبہ کیا اور مخالفوں نے جہانگیر بادشاہ تک یہ بات مبالغہ آمیز صورت میں پہنچائی۔ اس پر حضرت مجددؒ کی دربار شاہی میں طلبی ہوئی۔ وہاں انہوں نے وضاحت فرمائی کہ انہوں نے ایک زودگذر روحانی کیفیت کو بیان کیا ورنہ وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ یا حضرت عثمان ذی النورینؓ سے برتر ہونے کے مدعی نہیں۔ جہانگیر اس وضاحت پر کچھ مطمئن تو ہوا مگر مخالفوں نے ان کے سجدہ تعظیمی نہ کرنے پر بادشاہ کے کان بھرے۔ حضرت مجددؒ جلالی شان کے مظہر تھے اور ان کے جملے "غیرت دین مانع است" اور "رگ فاروقیم در حرکت آمد" معروف ہیں۔ انہوں نے بادشاہ کو برملا بتا دیا کہ وہ غیر اللہ کے ہاں سجدہ ریز نہیں ہو

سکتے۔ معاصر منابع (۷) میں ان کی اسیری کی یہی وجوہ منقول ملتی ہیں:

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے   جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار (۸)

حضرت مجدد" کوئی سال بھر قلعہ گوالیار میں نظر بند رہے۔ آپ کی دعوت اصلاح و تجدید سے امرائے جہانگیر بھی اثر پذیر تھے۔ اس لئے بعد میں عمال شاہی نے یہی بہتر جانا کہ حضرت موصوف عسکر شاہی کے ساتھ رہیں۔ یوں حضرت مجدد" سالہا سال شاہی فوج کی نظارت میں رہے۔ مگر بظاہر وہ آزاد اور اپنے مصلحانہ کاموں میں مصروف تھے۔ تو زک جہانگیری میں آپ کے بارے میں کئی اندراجات ملتے ہیں۔ ابتدائی بیان مخالفانہ ہے مگر بعد میں آپ کی مصاحبت اور مشاورت کا ذکر ہے۔ (۹)۔

حضرت مجدد" صالح اور باصلاحیت اولاد سے بہرہ مند ہوئے۔ ایک بار طاعون کی وبا میں ان کے ایک جواں اور دو خورد سال صاحبزادے اور ایک صاحبزادی لقمہ اجل بنے۔ آپ نے یہ سانحات بڑی استقامت سے برداشت کئے۔ آپ کے تین صاحبزادے آپ کے اخلاف بنے: خواجہ محمد سعید (و ۱۰۷۰ھ)' خواجہ محمد معصوم (و ۱۰۷۹ھ) اور خواجہ محمد یحیی شاہ جیو (و ۱۰۹۶ھ)۔ آپ کے معاصر اور متاخر مرید بڑی تعداد میں رہے ہیں اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

مکتوبات کی تین جلدیں

حضرت مجدد" کے تجدیدی و اصلاحی کارناموں کی کئی ابعاد ہیں: انہوں نے علمائے سوء اور مبتدع صوفیا کی اصلاح کی کوشش کی اور رسوم و عقائد بد کی درستی پر توجہ مبذول کی۔ انہوں نے غیر مسلموں خصوصا ہنود کی خلاف اسلام سرگرمیوں کی جلالی شان کے ساتھ مقاومت کرنے کی تلقین کی اور امراء و اغنیاء کو فقراء وضعفاء کی استعانت کے لئے تحریک دی۔ ان سب امور کی تفاصیل حضرت مجدد" کے ابدی اہمیت والے خطوط میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ حضرت مجدد" کے یہ خطوط ادب صوفیا میں غیر معمولی اہمیت کے حامل ہیں۔ محتویات و مشمولات کے علاوہ ان میں اعلی درجے کے ادبی خطوط کی دلاویزی بھی موجود ہے۔ حضرت مجدد" کے خطوط کے مخاطبین میں امراء' علماء صوفیا اور حضرت موصوف کے تلامیذ و اعزہ شامل ہیں۔ اسی لئے مصنف مخاطبین کے ذوق

اور ان کی استعداد کا خیال کرتے رہے۔ وہ مناسب مثالیں دیتے اور قارئین کی دلچسپی کی خاطر حسب موقع اشعار بھی نقل کرتے ہیں۔ فارسی اشعار میں سے اکثر رومی، سعدی یا حافظ کے ہیں۔

حضرت مجددؒ کے خطوط تین مجلدات یا دفاتر پر مشتمل ہیں۔ یا بڑی تقطیع کے رسائل کی صورت میں امرتسر میں شائع ہوئے۔ بعد میں یہ رسائل تین جلدوں میں افست شائع ہوئے۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے طباعت پر نظرثانی کی جو بیک وقت کراچی اور استنبول سے (۱۰) شائع ہوئی۔ "مکتوبات امام ربانی" کی تعداد ۶۳۴ ہے، پہلی جلد میں ۳۱۳ خطوط ہیں۔ انھیں درالمعرفۃ کا نام دیا گیا اور ان کے مرتب خواجہ یار محمد جدید بدخشی تھے (مرتبہ ۱۰۲۵ھ)۔ جلد دوم میں مختصر وطویل ۹۹ خطوط ہیں جنہیں حضرت مجددؒ کے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم کے ایماء پر خواجہ عبدالحئی حصاری نے مرتب کیا۔ اس جلد کا عنوان "نورالخلائق" ہے (۱۰۲۸ھ / ۱۶۱۹ء)۔ تیسری جلد "معرفت الحقائق" کہلاتی ہے اور اس میں ۲۲۲ مکتوبات ہیں۔ اس جلد کی تدوین و ترتیب کا کام میر محمد نعمان نے شروع کیا مگر اس کی تکمیل خواجہ محمد ہاشم کشمی برہانپوری کے ہاتھوں ہوئی (۱۰۳۱ھ / ۱۶۲۲ء)، اس میں وہ مکاتیب بھی شامل ہیں جو حضرت مجددؒ نے اپنے عرصہ قید اور لشکر شاہی کے تحت نظارت کے دور میں لکھے ہیں۔ تینوں جلدوں کے مکاتیب کے مخاطبین مخلوط ہیں۔ ایسا نہیں کہ ایک مخاطب کے نام تمام خطوط یکجا مل جائیں۔

مشمولات کا تنوع:

حضرت مجددؒ کے مکتوبات ان کے عقائد واعمال اور ان کی جملہ سرگرمیوں کے مظہر ہیں۔ حضرت موصوف متداول علوم وفنون کے ماہر اور صاحب بصیرت بزرگ تھے۔ انہوں نے از خود دوسروں کی رہنمائی کے لئے یا لوگوں کی پرسش کے جواب میں ان خطوط کو لکھا ہے۔ آپ کے مکتوبات کے کئی مفید اشاریے مرتب کرنے کی ضرورت ہے تاہم موجودہ صورت میں بھی قارئین کو دو سہولتیں میسر ہیں: ایک یہ کہ مکتوبات کی تینوں جلدیں اکثر صورتوں میں تاریخی سیاق میں مرتب ہوئی ہیں دوسرے یہ کہ اکثر خطوط کے مخاطبین معلوم و متعین ہیں۔ البتہ ان کے ایک ایک مکتوب میں بھی کئی مطالب و مباحث سے تعرض نظر آتا ہے اس لئے یک عنوانی مکتوب کم ہی ہیں۔

عارفانہ اور فلسفیانہ مضامین:

حضرت مجددؒ کے زمانے تک طریقت و شریعت کا ایک جامع امتزاج ہو چکا تھا۔ آپ معروف سلاسل تصوف، چشتیہ، قادریہ اور نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ انہوں نے شریعت کی برتری اور پابندی کا نقش مرتسم کرنے کیلئے غیر معمولی جدوجہد کی۔ ان مباحث میں ایک مبحث "وحدت وجود" کا ہے جسے "توحید عرفا" اور کئی دوسرے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے حضرت مجددؒ نے اسے "وحدت شہود" سے کمتر درجہ قرار دیا اور حضرت شیخ اکبر ابن عربی کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے ان پر علمی اور مکاشفاتی اعتراض کیا۔

وجود بالعموم صوفیہ کا مذہب رہا ہے مگر ابن عربی نے اپنے رسائل اور الفتوحات المکیہ اور فصوص الحکم میں اس موضوع کو نہایت شدومد سے بیان کیا اور ان کے معروف ترین شارحین صدر الدین قونوی اور شیخ عبدالرزاق کاشانی (مصنف اصلاحات التصوف و ۷۳۶ھ) تھے جو حضرت مجددؒ کے مکاتیب میں بھی مذکور ہیں۔ آخر الذکر اور شیخ علاء الدولہ سمنانی (و ۷۳۶ھ) کے درمیان اس موضوع پر مکاتبت بھی ہوئی جو جامی (و ۸۹۸ھ) کی نفحات الانس اور ابن الکربلائی تبریزی (و ۹۹۷ھ) کی روضات الجنان و جنات الجنان میں دیکھی جا سکتی ہے۔ حضرت مجددؒ نے جس طرح وحدت شہود کو واضح کیا ہے، اس کا ابتدائی ہیولی شیخ علاء الدولہ سمنانی کے (۱۲) علاوہ ان کے خواہر زادے حضرت سید علی ہمدانی شاہ ہمدان (و ۷۸۶ھ) کی بعض تصانیف جیسے اسرار النقطہ (عربی) میں بھی ملتا ہے۔ (۱۳)

وحدت الوجود یعنی وجود واحد (ذات) ہے اور وحدت الشہود یعنی وجود مشہود ہے اور تجلیات میں وحدت ہے۔ ان اصطلاحات کی ذرا سی وضاحت کر دیں۔

وحدت وجود کو صوفیا توحید عینی، ہمہ اوست اور وحدت حقیقت وغیرہ کہتے ہیں۔ یہ تصور "ہوالکل" کا مظہر ہے یعنی خالق کائنات کا وجود واحد ہی حقیقی اور واجب و موجود ہے جبکہ دیگر مخلوقات اور موجودات اعتباری ہیں۔ "ذات" گویا بحر ہے اور مخلوقات (تجلیات) امواج بحر ہیں۔ خالق اور مخلوق کا تعلق پس دریا اور قطرے کا سا ہے اور ان قطروں کا انجام "وصل" ہے۔ اس

اعتقاد کا منطقی نتیجہ "جمال" ہے یعنی نفی خودی اور غیر معمولی ضعف و انکساری کا رجحان۔ یہ رجحان کچھ جبرو مجبوری کی طرف مائل کرتا ہے کیونکہ وصال' سکون کا مظہر ہے۔

وحدت شہود' ثنیتہ الوجود ہے۔ اس میں ذات اور صفات (مخلوقات) کی کیفیت اصل و ظل (عکس) کی سی ہے۔ اس تصور کو ہمہ ازوست بھی کہتے ہیں یعنی وجود حقیقی تو ذات احد کا ہی ہے مگر اس نے مخلوقات کو بھی اپنے وجود کے ظل و پرتو کا خلعت عطا کر رکھا ہے۔ اس عقیدے کا لازمہ سعی و عمل کی طرف زیادہ توجہ اور احساس ذمہ داری ہے۔ اصطلاحا یہ فراق و انفصال کا محرک نظریہ ہے۔اس سے جلال اور اختیار متبادر ہوتے ہیں۔ وحدت شہود پر تعمق برتنے سے احسن الخالقین کی زیر ہدایت اس کی مخلوقات (بالخصوص اشرف المخلوقات ' انسان) بھی کائنات کے اہتمام و تخلیق میں شریک ہوتی ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: یاایھاالذین آمنوا ان تنصرو اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم (۷:۴۷) اے ایمان والو' اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو مضبوط فرمائے گا)۔ مومنوں کا یہ کتنا شرف ہے کہ خدا انہیں دعوت نصرت دیتا ہے۔ حضرت مجددؒ نے اس موضوع پر کئی مکاتیب میں بحث کی ہے ۔ مثلا مکتوب شمارہ ا (جلد دوم) کے ایک اقتباس کو ہم ترجمہ کرکے نقل کرتے ہیں:

"... شیخ محی الدین ابن عربی اور ان کے پیرو فرماتے ہیں کہ واجب الوجود جل شانہ کے اسماء اور صفات اس کی ذات کے عین ہیں اور ایک دوسرے کے بھی عین ہیں مثلا علم اور قوت۔ یہ صفات ذات کی عین ہیں اور ایک دوسرے کی بھی۔ ان میں اسم و نقش کی کثرت یا تعدد نہیں اور نہ کوئی تضاد ہے۔ البتہ تمیز وتفاوت اسماء وصفات اور شئون و اعتبارات محض علم نے پیدا کی ہے۔ یہ تضاد کہیں اجمالی ہے اور کہیں تفصیلی۔ اجمالی تفاوت تعین اول کی رو سے ہے اور تعین ثانی تضاد مفصل کاموجب بنتا ہے ۔ تعین اول کو وحدت اور حقیقت محمدی کہتے ہیں اور تعین دوم کو واحدیت جو جملہ حقائق ممکنات میں جاری و ساری ہوتی ہے اور ممکنات کے ان حقائق کو یہ لوگ اعیان ثابتہ جانتے ہیں اور وحدت اور واحدیت کے ان دو علمی تعینات سے مرتبہ وجوب کا اثبات کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان اعیان کو خارجی وجود کی خبر نہیں اور تنہا احدیت کے سوا کوئی موجود نہیں۔ خارج میں جو کثرت نظر آتی ہے' وہ ان اعیان ثابتہ کا عکس ہے جو وجود کے آئینہ ظاہر میں منعکس ہے اور جس کے بغیر خارج میں کوئی موجود نہیں۔ اس عکس نے خیالی وجود اختیار

کر رکھا ہے۔ یہ خیالی وجود آئینہ صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ اس عکس کا بجز تخیل کوئی وجود نہیں۔ اس آئینہ وجود میں کسی چیز کا حلول ہے نہ نقش۔ نقش کا اثر ہو تو تخیل پر مرتسم ہوگا۔ یہ تصور و تخیل خدائے تعالٰی کی کاریگری ہے اور ابدی ثواب و عذاب اسی پر مترتب ہوتا ہے۔ خارج میں نمودار ہونے والی اس کثرت کی تین اقسام ہیں: پہلی قسم تعین روحی ہے' دوسری قسم تعین مثالی اور تیسری تعین جسمی جو شہادت سے متعلق ہے۔ انہیں خارجی تعینات کہتے ہیں اور ان کا اثبات مرتبہ امکان میں ہوتا ہے۔ ان ہی پانچ تعینات کو تنزلات خمسہ کہتے ہیں جنہیں حضرات مخمس بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے مطابق ذات واجب الوجود اور اس کے ایسے ہی اسماء وصفات کے علاوہ علم و تخیل کی رو سے کسی شئے کا وجود ثابت نہیں حتی کہ اعیان ثابتہ بھی وجود کے ظہور کا ہی آئینہ ہیں' اس لئے ذات و اسماء و صفات اور اعیان متحد الوجود ہوتے ہیں اور یہ کیفیت "ہمہ اوست" کی مظہر بنتی ہے۔ یہ شیخ محی الدین ابن عربی کے وحدت الوجود کے مسلک کا اجمالی بیان ہے ...

شیخ ابن عربی سے قبل گروہ صوفیا میں سے بعض نے سکر کے غلبے میں توحید وجود کو کچھ بیان کیا اور "سبحانی ما اعظم شانی" یا "انا الحق" کے کلمات کہے' مگر وہ مسلک وحدت الوجود کی اساس نہ بتا سکے۔ شیخ موصوف متقدم و متاخر صوفیا کی دلیل و برہان بنے لیکن کئی اسرار و غوامض سے وہ آگاہ نہ ہو سکے۔ راقم فقیر کو ان رموز کے بیان کرنے کی توفیق ارزانی ہوئی اور ایسے اسرار لکھنے کی بشارت ملی۔ احقاق حق کی توفیق خدا ہی دیتا ہے اور وہی دلوں کی باتیں جاننے والا ہے ... (۱۴)

عالم ظلی وجود کے ساتھ خارج میں موجود ہے مگر اللہ تعالٰی وجود اصلی سے خارج میں موجود ہے بلکہ اس کی ذات ہر شئے پر محیط ہے۔ یہ خارج بھی خارج کے بیان کا ظل ہے جو وجود و صفات کے رنگ میں کارفرما ہے۔ پس عالم کو حق سبحانہ و تعالٰی کا عین نہیں کہا جا سکتا اور ایک کا دوسرے پر اطلاق ناروا ہے۔ ذات کے ظل کو عین ذات نہیں کہا جا سکتا۔ پس ذات و عالم کا خارج میں تخالف و تضاد ہے۔ اگر ظل ذات کو عین ذات کہیں تو یہ اشتباہ و غلطی ہوگی اور اسے مبحث سے خارج جاننا چاہیے۔ اگر لوگ کہیں کہ شیخ ابن عربی نے عالم کو ظل خدا کہا ہے لہٰذا ان کی اور آپ کی بات میں کیا فرق ہے؟ میں کہوں گا کہ انہوں نے ظل و عکس کو تخیل و وہم میں جگہ دی ہے اور اس ظل کے وجود کو وہ خارج میں تسلیم نہیں کرتے۔ لامحالہ کثرت موہومہ کو وحدت وجود

کہتے ہیں ..."

حضرت مجدد ؒ نے وحدت وجود اور وحدت شہود کے مابعد الطبیعاتی اور کشفی پہلو پر بہت لکھا ہے۔ وہ تحدیث نعمت فرماتے ہیں کہ وہ نظریہ وحدت شہود یا عبدیت پیش کر سکے جو عقائد تصوف کی ایک اہم اصلاح ہے۔ ایسی اصلاح ان مجددوں کے شایان شان ہے جو سو یا ہزار سال بعد امت اسلامیہ میں نمودار ہوتے رہیں گے۔ اپنے فرزند شیخ محمد صادق (مکتوب ۲۳۴ جلد ۱) کو انھوں نے لکھا تھا:

"... شیخ محی الدین ابن عربی نے عدم کے تقاضوں کے شر و فساد اور نقائص پر توجہ نہ دی اور حقائق ممکنات کو حق تعالیٰ کی صور علمیہ قرار دیا جو خارج از ذات موجود نہیں۔ صفات و عکوس کے آئینے کے انوار کو بھی وہ عین ذات قرار دیتے ہیں۔ وحدت وجود کا تقاضا ہے کہ وجود ممکنات کو عین ذات سمجھا جائے۔ اس طرح ممکنات کا شر و نقص ذات تک صعود کرتا ہے۔ شیخ اسی لئے کسی چیز کو بذاتہ برا نہیں کہتے۔ ان کے نزدیک ایمان و ہدایت کے مقابلے میں کفر و ضلالت بھی برے نہیں کیونکہ ان سب کا تعلق ذات سے ہے جو قابل قدر ہے۔ وہ اپنے معاصروں کو تلقین کرتے ہیں کہ بد کو بھی استقامت سے برداشت کریں اور اس سلسلے میں وہ اس آیہ مبارکہ سے استشہاد کرتے ہیں: "کوئی رینگنے والا کیڑا نہیں جسے وہ (حق تعالیٰ) اس کی پیشانی سے پکڑانے والا نہ ہو۔ بے شک میرا پروردگار سیدھی راہ پر ہے" (۵۶ : ۱۱)۔ ہاں جو کوئی وحدت وجود پر اتکا کرے، اسے ایسی باتوں سے باک نہیں۔ جو کچھ اس حقیر کے مشاہدے میں آیا وہ یہ ہے کہ ممکنات کی ماہیتیں جن کمالات وجودیہ میں منعکس ہوتی ہیں، وہ ان ہی میں عدم اور ممتزج ہوتی رہتی ہیں۔ یہ مشاہدات میں نے مفصل دیکھے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ احقاق حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے۔

بیٹے! ان علوم و معارف کو صراحت یا اشارے سے اہل اللہ میں سے کسی نے بھی بیان نہیں کیا۔ یا اشرف معارف اور اکمل علوم ہیں جو ہزار سال بعد ظاہر ہوئے اور ان میں واجب وجود کی حقیقت اور ممکنات کی کیفیت بیان ہوئی جو نہ کتاب و سنت کے خلاف ہے نہ اہل حق کے اقوال کی تحریف۔ حضرت نبی علیہ السلام نے اپنی امت کی تعلیم کے لئے دعا کی ہے کہ "خدایا

ہمیں اشیاء کے حقائق ایسے دکھا جیسی کہ وہ ہیں"۔ یہ گویا ایسے ہی معارف و علوم کے بارے میں ارشاد تھا جو مقام بندگی و عبدیت کے لئے مناسب ہیں۔ ان حقائق سے عبدیت کا انکسار اور نقص و اضمحلال مترشح ہے۔ خاکسار کی یہ بے ادبی ہے کہ مولائے قادر کے لطائف و حقائق فاش کر رہا ہوں۔ بیٹے گذشتہ امتوں پر جب ظلمت ضلالت چھا جاتی تھی' تو اللہ تعالیٰ وہاں کسی نئے پیغمبر کو مبعوث کرتا تھا جو شرع موجود کا احیاء کرتا یا کوئی نئی شریعت لاتا تھا۔ یہ امت خیر الامم ہے' اس کا پیغمبر خاتم الرسل ؐ ہے' اس کے علما کو بنی اسرائیل کے انبیاء کا رتبہ دیا گیا ہے۔ اس امت میں علماء سے انبیاء کا کام لیا جاتا ہے۔ لہٰذا ہر سو سال بعد اس امت میں ان علماء میں کوئی مجدد" مقرر ہوتا ہے جو احیائے شریعت کرتا ہے۔ ہزار سال بعد گذشتہ امتوں میں عام پیغمبر ہی پیدا نہیں ہوئے' بلکہ ان میں اولوالعزم انبیاء مبعوث ہوتے رہے۔ اس وقت اس امت میں ایسے عالم و عارف کی ضرورت ہے جو امم گذشتہ کے اولوالعزم ابنیاء کا قائم مقام ہو:

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید   دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد" (حافظ)

منقولہ بالا ترجمہ شدہ اقتباسات مظہر ہیں کہ حضرت مجدد" کے نزدیک وحدت وجود کی بجائے وحدت شہود کے عقیدے کی ترویج مابعد الطبیعات اور تصوف کی رو سے ایک اہم اصلاح تھی۔ تاہم وہ ابتدا میں وحدت وجود کے قائل تھے اور بعد میں وہ اسے وحدت شہود سے کمتر درجے کا ایک مقام سمجھتے رہے۔ مگر وہ شیخ علاء الدولہ سمنانی کے انتہائی نقطہ نظر کے ناقد تھے جو وحدت وجود کے یکسر خلاف اور منکر تھے۔ (۱۵)

اصلاح تصوف:

حضرت مجدد" کا عصر تصوف کے ہمہ گیر اثرات کا دور تھا۔ حضرت موصوف کا ایک اہم کارنامہ تصوف کے عقائد و اعمال کی اصلاح ہے۔ وہ سہروردی اور قادریہ سلسلے میں نسبت رکھنے کے بعد نقشبندیہ سلسلے میں بیعت ہوئے۔ انہوں نے سب سے زیادہ کوشش اس امر پر مبذول کی کہ شریعت اسلامی کی بالادستی قائم ہو' اس پر عمل کیا جائے اور اسے طریقت اور صوفیانہ احوال و اعمال سے برتر مانا جائے۔ آپ کی زندگی میں ایک شیخ طریقت اور ایک عالم دین کے کمالات یکجا نظر آتے ہیں۔ انہوں نے صوفیانہ اعمال و عقائد کی شرح سے تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی اور

قابل اعتراض امور کی توجیہہ کی یا انہیں ترک کروایا۔ مثلاً انہوں نے صحابہ کرام کو جملہ اولیاء اللہ سے برتر بتایا اور ولایت کو نبوت کے تابع اور اس سے فروتر قرار دیا۔ اس ضمن میں ان کا مکتوب شمارہ ۲۶۰ (بنام شیخ محمد صادق) گرہ کشا ہے۔ اس مفصل خط میں وہ منہاج نبوت کو ہی ذریعہ ہدایت قرار دیتے ہیں اور صوفیا کی سکر آمیز تاویلات سے گریز کی تلقین کرتے ہیں ۔ انبیاءؑ بحالت صحو لوگوں کے رہبر رہے۔ ختم رسالت سے نبوت کی تکمیل ہوئی اور اس تکامل کی برکات سے تابعین، تبع تابعین اور بعد کے صلحاء و اولیاء کو بھی بہرہ ملا مگر ولایت و طریقت بہرحال وہی قابل قدر ہے جو تعلیمات نبویہ سے بہرہ ور ہو۔ وہ طریق نقشبندیہ کی اس حکمت پر روشنی ڈالتے ہیں کہ اس میں سیر قلب پر پہلے توجہ دی جاتی ہے اور تطہیر وتزکیہ نفس پر بعد میں یعنی عالم امر سے عالم مثال کی طرف عودت کی جاتی ہے۔ حضرت مجددؒ نبوت و ولایت کے سلسلے میں دنیا اور اہل دنیا کی طرف رجوع کرنے اور حقوق العباد ادا کرنے کی ضرورت کا احساس دلاتے ہیں جو نبوت کا خاصا رہا ہے۔ بعض صوفیا وصور الی الحق پر نازاں ہوتے اور ولایت کی نبوت پر برتری کے دعوے کرتے رہے ہیں۔ حضرت مجددؒ نبوت کی فلکی اور زمینی شانوں کا دفاع کرتے ہیں کہ انبیاء و اصل بحق رہے اور مشغول دنیا بھی جبکہ صوفیا میں سے جو لوگ اس منہاج نبوت پر کماحقہ گام زن ہوئے، وہ قلیل تعداد کے ہوں گے۔ فرماتے ہیں کہ سند اعتبار اور پیمانہ عمل قرآن مجید اور سنت نبوی کو حاصل ہے نہ کہ "فتوحات مکیہ" یا "فصوص حکم" کو مگر اکثر اولیاء کے معارف موخر الذکر منابع سے ہی ماخوذ ہیں:

> "۰۰۰ بالجملہ معارف انبیاء کتاب و سنت است و معارف اولیاء فصوص وفتوحات مکیہ
>
> قیاس کن ز گلستان من بہار مرا"۔

کئی "مکتوبات امام ربانی" میں عقائد مسلمین کے ساتھ ساتھ اعمال تصوف کی اصلاح کی تلقینات مفصل مباحث کی صورت میں ملتی ہیں ۔ مثلاً جلد اول کے مکتوب شمارہ ۲۲۰ میں جو مکتوب نگار کے خلیفہ شیخ حمید بنگالی کے نام لکھا گیا، حضرت مجددؒ نے صوفیاء کے دعووں کی بنیادی اغلاط سے بحث کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ سالک، مقامات طے کرتے ہوئے اپنی روحانی بلندیوں کے بارے میں لغزشوں سے دوچار ہو جاتا ہے۔ وہ مسلمہ صاحبان فضیلہ اشخاص و اعیان اور منازل شعائر و حرمت کو خاطر میں نہیں لاتا اور ولایت کو نبوت سے بالاتر جاننے کے اشتباہ کا ارتکاب کرنے لگتا

ہے۔ صوفیا کی اصطلاح میں اگر کوئی تند سیر سالک "برزخیت کبری" کو حائل نہ جانے' تو بھی اسے آخر اپنی حالت کی طرف رجوع کر کے اپنے مقام کا سوچنا چاہیے۔ حضرت مجدد" اپنی ابتدائی لغزشوں کی طرف اشارہ فرماتے اور شیخ اکبر ابن عربی کی توجیہات کا انتقاد کرتے ہیں جو انہوں نے جملہ موجودات سے انسان کے بزرگ تر ہونے کے بارے میں پیش کی ہیں:

"آج یہ بات بعض صوفیا کو ناگوار لگے گی مگر آخر وہ اس کی معقولیت تسلیم کریں گے۔ میں ایک مثال دوں گا۔ انسان میں جملہ عناصر و افلاک موجود ہیں ۔ وہ اپنی جامعیت پر غور کرتا ہے تو عناصر و افلاک کو اپنے اجزا سمجھتا ہے۔ یہ خیال غالب آئے تو اس سے بعید نہ ہو گا کہ وہ کرہ زمین اور جملہ سماوات سے اپنے آپ کو بڑا قرار دے۔ عقلاء کو معلوم ہے کہ انسان کی برتری وعظمت اس کے انسانی اجزا سے ہے اور زمین و افلاک اس کے اجزا نہیں۔ ان مخلوقات کے نمونے انسانی اجزا کے سے ہیں۔ ان نمونوں سے انسانی عظمت نمودار ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ زمین و افلاک کے کرات کی اصل حقیقت ہے یا ان سے بڑا ..."

حضرت مجدد" ہر مسئلے کو اسی طرح واضح کرتے رہے اور مکتوبات کے ذریعے انہوں نے دعوت و اصلاح کا عظیم کام انجام دیا۔ مکتوب زیر حوالہ میں وہ اپنے نظریہ "عبدیت" یا وحدت الشہود کا حوالہ دیتے ہیں یعنی راہ راست یہی ہے کہ سالک "اناعبدہ" کو نہ بھولے۔ بہتر(۷۲) فرقوں کے وجود اور ان کی گمراہی وضلالت کی روایات اسلامی مدنیت کی تاریخ میں عام رہی ہیں۔ حضرت مجدد" اپنے والد مکرم کا قول نقل کرتے ہیں کہ یہ صوفیاء کے ۷۲ فرقوں کا ذکر ہے۔ یہ لوگ خام اور ناپختہ رہنے کے باوجود بلند بانگ دعووں کی غلطیاں کرتے ہیں۔

حضرت مجدد" کے مفصل تر مکتوبات میں سے ایک مکتوب شمارہ ۲۶۶ ہے جو ان کے مرشد زادوں خواجہ عبیداللہ اور خواجہ عبداللہ کے نام مشترکہ لکھا گیا ہے۔ اس میں وہ ان کے والد خواجہ باقی باللہ کے احسانات گنوانے اور ان کے ساتھ اپنی سہ بارہ ملاقاتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ مخدوم زادوں کو شریعت و طریقت کے نکات لکھتے اور بظاہر بعض استفسارات کے جواب دیتے ہیں۔ حضرت مجدد" وجود حق کے بارے میں دینی تعلیم کو موثق قرار دیتے ہیں اور فلسفی صوفیاء کی مابعد الطبیعاتی اور عقلی بحثوں کو تصوراتی مباحث قرار دیتے ہیں: تعینات' تنزلات خمسہ و ستہ' عالم

المثال، قدوم و حدوث، ذات وصفات، وجوب و ممکن، امر، خلق ہدایت اور ولایت و نبوت وغیرہ قبیل کے مباحث فلسفیانہ یا عالمانہ ہیں اور ہر کوئی ان امور کی کنہ و حقیقت جاننے کا مکلف نہیں۔ دین کے اساسی اعمال و عقائد سادہ ہیں۔ ان دنوں دین الٰہی کے فتنے کی باقیات سیات ہنوز موجود نہیں اور گمراہ لوگ اعمال فرضیہ میں مداہنت کی باتیں کرتے تھے۔ حضرت مجدد ؒ ایسے لوگوں کو ملاحدہ وزنادقہ میں شمار کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ تکالیف شرعی کی وجہ سے ہی جزا و سزا کا سارا نظام کام کر رہا ہے اور اس لئے قصاص کو سبب حیات قرار دیا ہے۔ اس موقع پر حضرت مجدد ؒ ایک دلچسپ شعر نقل کرتے ہیں:

اگر چوب حاکم نباشد زپے　　کند زنگئے مست در کعبہ قے

(ترجمہ: اگر حاکم کا عصا پیچھے نہ ہو تو مست حبشی کعبہ شریف میں قے کرنے لگے)۔

زیر حوالہ مکتوب میں ایمان مجمل و مفصل، کتاب و سنت میں مذکور عقائد، حقائق توحید و رسالت، نبوت و ولایت، فضائل صحابہ، اساسیات فقہ، فقہ حنفی وشافعی کی معنوی قربت اور بعض اعمال کی توضیح نیز بعض بدعات کی تردید وضاحت سے ملتی ہے۔ اعمال میں ایک بحث توکل کے بارے میں ہے۔ اللہ تعالی نے مخلوقات کو "عالم اسباب" کا پابند کیا ہے۔ فرمایا کہ یہ کائنات باطل اور بے مقصد تخلیق نہیں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ (معجزات و کرامات کے امکانات سے صرف نظر کرتے ہوئے) خاصان خدا نے اسباب کو ملحوظ رکھ کر توکل علی اللہ اختیار کیا۔ حقیقی توکل یہ ہے کہ ممکنہ اسباب و مساعی سے کام لے کر نتائج اللہ تعالی پر چھوڑ دئے جائیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو نظربد سے بچنے کی تلقین کی اور فرمایا مصر جا کر ایک ہی دروازے سے داخل شہر نہ ہوں مگر ساتھ ساتھ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ حکم خداوندی کے باب میں کچھ نہیں کر سکتے۔ انہیں بس اسی پر توکل ہے۔ اللہ تعالی نے حضرت یعقوب کے اس عالمانہ عمل کی توصیف فرمائی ہے۔ (۱۶) پیغمبر خاتم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اللہ تعالی نے مومنوں کے اسباب کے ساتھ ساتھ اپنی ذات پر توکل کرنے کی تلقین کی ہے۔ (۱۷) رد بدعات کے سلسلے میں رقص و سماع کا ذکر کر دیں۔ حضرت مجدد ؒ ذکر کرتے ہیں کہ یہ لہو لعب اور لہوالحدیث ہیں۔ ان ہی نے ان امور کے بارے میں بعض صحابہ کرام اور تابعین عظام کے اقوال نقل فرمائے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ کسی فقیہہ نے رقص و موسیقی کو روا نہیں کہا اور اگر بعض صوفیا ان کو مباح کہتے رہے ہیں تو

ہمیں ان کا معاملہ خدا کے سپرد کر دینا چاہیے:

" اینجا قول امام ابی حنیفہ و امام ابی یوسف و امام محمد معتبر است نہ عمل ابوبکر شبلی و ابی حسن نوری ۔ صوفیان خام این وقت عمل پیران خود را بہانہ ساختہ سرود و رقص را دین و ملت خود گرفتہ اند و طاعت و عبادت ساختہ: اولئک الذین اتخذوا دینهم لهوا ولعبا' (۵۱ : ۷)

جیسا کہ اشارہ ہوا اور مزید بیان ہو گا' حضرت مجدد ؒ کا اعلیٰ ہدف اعلائے کلمتہ اللہ تھا للذا انھیں سربزیری سکھانے والے نام نہاد جمالی اور ضعف آموز تصوف سے کوئی سروکار نہ تھا۔ ان کے عصر تک مسلمان چار صدیوں سے مسلسل برصغیر ہند کے حاکم رہے مگر حاکموں کی مصلحت کوشیوں سے "اسلام" کی حالت علامہ اقبال کے اس شعر کی غماز تھی جو انہوں نے اپنے عصر کے تناظر میں لکھا ہے:

ہے مملکت ہند میں اک طرفہ تماشا　　اسلام ہے محبوس مسلمان آزاد (۱۸)

حضرت مجدد ؒ اسلام کی شکو ہمندی کے خواہاں تھے۔ وہ رہبانیت اور ترک دنیا کی مذمت کرتے رہے۔ شیخ فرید کے نام ان کے کئی خطوط ہیں۔ ان ہی کے نام مکتوب شمارہ ۱۹۳ (جلد اول) میں وہ ترک دنیا کا نیا مفہوم پیش کرتے ہیں:

" جس طرح اسلام کفر کی ضد ہے' آخرت دنیا کی ضد ہے۔ دنیا اور آخرت ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔ مگر ترک دنیا کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ سوائے حد احتیاج و ضرورت' مباحات سے بھی اجتناب کیا جائے۔ یہ ترک دنیا کی اعلیٰ و برتر قسم ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ مباحات سے نباہ کیا جائے مگر حرام و مشتبہ سے بچا جائے۔ اس زمانے میں ترک دنیا کی دوسری قسم بھی نادر الوجود اور غنیمت ہے:

آسمان نسبت بعرش آمد فرود　　ورنہ بس عالی است پیش خاک بود

(آسمان' عرش سے پست ہے مگر زمین کے بمقابلہ وہ بہت بلند ہے) ۔۔۔"

اس توضیح کے بعد حضرت مجدد ؒ نے مباحات اور محرمات سے بحث کی۔ خلاصہ یہ کہ مباحات پر اکتفا کر کے رضائے حق کا اہتمام کیا جا سکتا ہے مگر محرمات پر مصر افراد چاہ ضلالت میں ایسا گرتے ہیں

کہ ان پر "فماذا بعد الحق الا الضلال" (۳۲:۱۰) کی آیہ مبارکہ کا مضمون صادق آتا ہے۔

جذبہ اعانت مسلمین:

حضرت مجددؒ کے بادشاہ و امراء کے نام مکتوبات مظہر ہیں کہ انہیں مسلم عوام کی بہبود و رفاہ کے کام بے حد عزیز تھے ۔ اس طرح کے خطوط راقم نے صرف مولانائے روم (و ۶۷۲ھ/ ۱۲۷۳ء) کے ملاحظہ کئے ہیں جو امراء کو اعانت مسلمین کے لئے تحریک کرتے رہے ہیں۔ مجددؒ موصوف جذبہ اعانت کے لئے بادشاہ وقت اور امرائے معاصر کو نئے اسالیب و نکات کے ساتھ خطاب فرماتے رہے ہیں۔ ایک خط میں (شمارہ ۴۷ جلد سوم) انہوں نے بادشاہ جہانگیر کو لکھا:

" غیبی قوتوں نے غزا وجہاد کے لئے ایسا لشکر تیار کر رکھا ہے جس سے سلطنت قاہرہ کو مدد ملتی رہتی ہے۔ شرع روشن کا نفاذ بھی اس کام سے مربوط ہے کیونکہ بقول معروف "شریعت تلوار کے نیچے ہے"۔ یہ معتبر اور ذی شان لشکر' اس دعا سے عبارت ہے جو فقر وبلا والوں کے قلب سے صادر ہوتی ہے۔ فتح و ظفر دو طرح کی ہے: ایک غزا و حزب کے اسباب سے عمل پذیر ہوتی ہے اور دوسری کا اہتمام مسبب الاسباب خود فرماتا ہے۔ اس لشکر دعا کے بارے میں ہے کہ "وما النصر الا من عنداللہ' (۱۲۶: ۳)۔ دعا کا یہ خاکسار اور نحیف لشکر دوسرے لشکر جنگ پر سبقت لے جاتا ہے کیونکہ یہ مسبب ہے اور وہ سبب: ع

برونند شکستگان ازین میدان گوے۔

دعا ہی قضا کو ٹالتی ہے۔ مخبر صادق علیہ الصلوت و التسلیمات نے فرمایا: دعا کے علاوہ قضا کسی اور چیز سے نہیں ٹلتی۔ تلوار اور جہاد سے قضا نہیں ٹلتی۔ ظاہر ہے کہ لشکر دعا کمزور دکھائی دینے کے باوجود لشکر حرب سے مضبوط تر ہے۔ اس کی حیثیت روح کی سی ہے جبکہ لشکر غزا قالب وجسد کا سا ہے۔ پس اعانت عوام سے لشکر دعا کو آمادہ کرتے رہنا ناگزیر ہے ...'

عبدالرحیم خان خانان (و ۱۰۳۶ھ) اکبر اور جہانگیر کے نامور امراء میں سے تھا۔ اسے صوفیائے نقشبندیہ سے اعتناء تھا۔ ویسے بھی وہ جوانمرد اور سخی شخص تھا۔ حضرت مجددؒ اس کے نام ایک مکتوب میں (نمبر ۶۲ جلد ۲) معاصر نقشبندیوں کے کسی قدر مبتلائے بدعات ہونے کا ذکر کرتے

ہیں مگر اس اخلاقی انحطاط کا سبب فقر و غربت بتاتے ہیں۔ وہ فقر و مسکنت کے نقصانات بتاتے اور خانخانان کو توصیہ کرتے ہیں کہ وہ بے سہارا نقش بندی دراویش کی ایسے ہی مدد کرے جیسا ایک سال قبل اس نے حضرت موصوف کے خلیفہ میر محمد نعمان کے ضمن میں کی تھی۔ حضرت مجدد" اپنے ایک کشف کا ذکر کرتے ہیں کہ خان خانان اپنی جوانمردی کی بنا پر محترم و محتشم ہی رہے گا۔ انسان کی معاشی اور عام معاشرتی ناگزیر احتیاجات کے بارے میں علمائے عمرانیات ہمیشہ لکھتے رہے مگر علمائے دین اور صوفیا اس موضوع سے بالعموم دامن کشاں رہے ہیں۔ حضرت مجدد" اس مضمون پر جس بصیرت سے اظہار نظر کرتے رہے' وہ ان کی متوازن طبع اور حسن الدنیا والاخرہ پر ان کی توجہ کا مظہر ہے۔ مثلاً خانخانان کے نام اس خط میں آپ نے لکھا:

"۰۰۰ انسان طبعاً محتاج معاشرت ہے۔ اللہ تبارک و تعالی نے فرمایا:

"یا ایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین" (۶۴:۸)' (اے نبی تجھے اللہ اور تیرے پیر و مومن کافی ہیں)۔ جب پیغمبر اکرمؐ کے اہم امور میں مومنوں کو دخیل بتایا گیا' تو مومنوں کے ایک دوسرے کے کاموں میں شرکت و معاونت کرنے میں کیا حرج ہے؟۔ کئی امراء' فقر و درویشی کو بے احتیاجی کی علامت بتاتے ہیں مگر ایسا نہیں ہے۔ احتیاج انسان بلکہ جملہ مخلوقات کی ذات سے مربوط ہے۔ یہ ناگزیر ہے۔ احتیاج انسان کو خاکسار اور منکسر المزاج بننے میں مدد دیتی ہے۔ اگر انسان احتیاج سے مبرا ہو اور اس میں سراپا استغنا و بے نیازی ہی ہو' تو وہ کبر و غرور برتے گا اور اس سے عصیان و سرکشی سرزد ہو گی۔ یوں وہ اطاعت و بردباری کی صفات سے عاری ہونے لگے گا۔ فرمان باری تعالی ہے: "ان الانسان لیطغی ان راہ استغنی" (۷:۹۶ بے شک انسان بے احتیاجی ہی دیکھے تو سرکشی کرے گا) بعض دراویش' امراء کی بخشش و عطا کو منجانب اللہ جاننے میں مبالغہ کرتے ہیں۔ اللہ مسبب الاسباب ہے۔ اس کا شکر واجب ہے مگر ذرائع و اسباب کا منکر ہونا اور محسنوں کا احسان نہ ماننا کارخانہ فطرت کو عبث جاننا ہے۔ (زبان عمل سے کہیں کہ) "ربنا ماخلقت ھذا باطلا سبحانک (۱۹۱:۳)۰۰۰"

خانخانان کے نام ایک دوسرے مکتوب (نمبر ۱۹۸ جلد اول) میں حضرت مجدد" راہ وسط اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ امراء محتاج افراد کو متملق اور اپنا کاسہ لیس نہ جانیں۔ اسی طرح فقرا و دراویش بھی بیجا غرور اور نام نہاد استغنا کی بنا پر قوت لایموت کو ترستے نہ رہیں۔

صاحبان ثروت و فقر خدائی مصلحتوں پر توجہ دیں اور متوازن صورت میں اپنے انسانی فرائض انجام دیں۔

دینی اور ملی تشخص:

مکتوبات امام ربانی کا ایک مہتم بالشان موضوع حضرت مجددؒ کی ان مساعی جمیلہ پر توجہ دینا ہے جو انہوں نے برصغیر میں مسلمانوں کے دینی اور ملی تشخص کے نمایاں تر ہونے کے سلسلے میں انجام دیں اور جن کی خاطر وہ دوسروں کو بھی تلقین کرتے رہے۔ بعض مریدوں اور ارادت مند امراء کو آپ نے اس موضوع پر خطوط لکھے ہیں۔ یہ مکتوب سادہ و صریح ہونے کے علاوہ پرجوش اور خطیبانہ ہیں۔ دراصل تیموریوں (مغلوں) کے عہد میں ہنود اور دیگر غیر مسلم' خاصے جری بلکہ جارح بن کر شعائر اسلامی کی تذلیل اور مسلمانوں کی تضحیک پر کمربستہ ہو گئے تھے۔ بابر کا دور تشکیلی اور زودگذر رہا (۹۳۲ تا ۹۳۷ھ) اور ہمایوں (۹۳۷- ۹۶۳ھ) کا بیشتر عہد جنگ وجدل اور جلا وطنی میں گذرا۔ اکبر کو کم سنی میں تاج و تخت سنبھالنا پڑا اور اس کا عہد دین الٰہی اور ہندونوازی کے فتنوں کے لئے رسوائے زمانہ ہے۔ حضرت مجددؒ نے اس عہد کے فتنے دیکھے اور بعض باقیات السیات سے انہیں نبرد آزما بھی ہونا پڑا۔ عہد جہانگیر کی کئی اصلاحات انہی کی مساعی جمیلہ سے عمل پذیر ہوئیں۔ شاہجہاں کا عہد نسبتاً اباحی اور رفاہی تھا تا آنکہ حضرت مجددؒ کے صاحب زادوں کے دور میں ہی اورنگزیب سریر آرائے سلطنت ہوا اور کوئی نصف صدی تک اعلائے کلمۃ اللہ کے کام میں مشغول رہا۔ حضرت مجددؒ کے مکتوبات کا دینی اور ملی تشخص کے اس سیاق و سباق میں بھی مطالعہ کرنا چاہیے۔ بعض مکتوبات مجددیہ کا لہجہ غیر مسلموں کے بارے میں تند و تلخ ہے۔ اس کا سبب راقم کی عدم رواداری نہیں بلکہ ہنود اور دوسروں کے اعمال کا رد عمل ہے۔ جو لوگ مسلمانوں کو مرتد بننے کی تحریک کر رہے تھے' ذبیحہ بقر پر ہنگامے برپا کر رہے تھے یا مساجد کو شہید کر کے منادر تعمیر کر رہے تھے' حضرت مجددؒ ان کے خلاف مقاومت و مزاحمت کا درس ہی دے سکتے تھے۔ ان کا رویہ و مسلک اس قسم کے رد عمل نے ہی "جلالی" بنایا تھا۔

شیخ فرید یعنی شیخ سلطان تھانیسری کے نام اپنے ایک مکتوب (شمارہ ۴۷ جلد اول) میں حضرت مجددؒ دارالسلام اور حکومت مسلمین کی موجودگی میں احکام شرع کے عدم نفاذ اور مسلمانوں

کی زبوں حالی پر نوحہ و فریاد کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالی قرون گذشتہ کے مسلمین کی حالت زار سے بھی بڑھ گئی۔ وہ کفار سے "لکم دینکم ولی دین" (۶ : ۱۰۹) کہہ کر بھی مصون نہیں۔ مسلمانوں کی تذلیل کا ایک سبب علمائے دین کی غفلت اور مداہنت ہے۔ انہوں نے فرقہ آرائی کر کے مسلمانوں کی قوت کو منتشر کر رکھا ہے اور شیخ سعدی کے بقول:

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند　　　او خویشتن گم است کرا رہبری کند

(وہ عالم دین جو خوش گذرانی اور تن پروری میں مشغول ہو' وہ خود گمراہ ہے۔ کسی دوسرے کی وہ کیا راہبری کرے گا؟۔ حضرت مجددؒ نے لکھا:

"... اس کم مایہ درویش کی تمنا ہے کہ اسلام کے حامی زمرے میں شامل ہو اور بے بضاعتی کے باوجود علمائے حق کی طرح میدان عمل میں وارد رہے۔ میں اپنی حالت اس بڑھیا کے شبیہ جانتا ہوں جو اپنی چند رسیوں کے عوض حضرت یوسفؑ کے خریداروں کی صف میں شامل ہوئی تھی۔ میں کسی وقت حاضر ہو کر آپ سے تبادلہ خیال کروں گا کہ چونکہ آپ کو قرب سلطانی میسر ہے' آپ مسلمانوں کو موجودہ نکبت و پستی سے نکالنے کے لئے کیا اقدام فرمائیں اور شرع محمدیؐ کی تنقید کے لئے کس طرح کوشش کریں ... ترجمہ"۔

مکتوب نمبر ۵۳ (جلد اول) تماماً علمائے سوء کی فتنہ انگیزی کے بارے میں ہے۔ یہ بھی مذکورہ بالا درویش صفت امیر شیخ فرید کے نام ہے۔ عنوان مکتوب یوں ہے: "دربیان آنکہ اختلاف علمائے سوء موجب فساد عالم است وما یناسب ذلک ثبتکم اللہ سبحانہ علی جادۃ آبائکم الکرام .... حضرت مجددؒ اظہار خرسندی فرماتے ہیں کہ بادشاہ جہانگیر شیخ موصوف کے مشورے کے مطابق چار علمائے دین کو مشاور امور شرعی مامور کرنے والا ہے۔ وہ تلقین کرتے ہیں کہ ایسے علماء کے نام پیش کئے جائیں جو آخرت پر متوجہ ہوں اور دنیا سے ان کا تعلق بقدر کفاف ہو۔ خط کے اختتامی حصے کا ترجمہ اس طرح ہو گا: "خبر نہیں لکھوں کیا۔ بہرحال بہترین علماء دنیا بھر کے بہترین انسان ہیں اور علمائے سوء بدترین مخلوق کیونکہ پہلا گروہ مخلوق کی راہنمائی کرتا ہے اور دوسرا انہیں راہ راست سے ہٹاتا ہے۔ لوگ کسی عزیز کا کشف بتاتے ہیں کہ اس نے ابلیس لعین کو بیکار اور فراغت سے بیٹھے دیکھا۔ اس نے پوچھا اس فرصت طلبی کا راز کیا ہے؟ بولا' اس دور کے

علمائے سوء گمراہی کے امور کے لئے کافی ہیں: (۱۹)

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند　　او خویشتن گم است کرا رہبری کند

... مجھے یہ باتیں بار بار لکھنے پر ندامت ہے مگر حالات کی بہتری کی خاطر آپ کو بار بار سردردی سے دو چار کرنا ناگزیر ہے"۔

خان اعظم شیخ فرید کے نام مکتوب نمبر ۶۵ اور نمبر ۱۶۳ (دونوں جلد اول) حضرت مجدد" کی اس آرزو کے عکاس ہیں کہ برصغیر میں اسلام اور مسلمین کی سربلندی ہو۔ دوسرے خط کا ایک اقتباس ہم نے پہلے بھی ترجمہ کیا۔ حضرت مجدد" فرماتے ہیں کہ جس طرح دنیا اور آخرت ضد ہیں اسی طرح کفر و اسلام بھی ایک دوسرے کی نقیض ہیں جو جمع نہیں ہو سکتے۔ ایک کی سربلندی دوسرے کی پستی ہوگی۔ اسی لئے مسلم سلطنت میں کفار سے جزیہ وصول کرنے کا حکم ہے۔ جو کوئی کفار کو سربلند کرتا ہے' وہ مسلمانوں کو عملاً پست بناتا ہے۔ اس خط میں مسلمانوں اور کفار کے متضاد احوال بیان ہوئے ہیں:

کفار سے اجتناب ضروری ہے کیونکہ وہ خدا و رسول کے دشمن ہیں (دیکھیں آغاز پارہ ۲۸)۔ کفار نجس و ناپاک ہیں (دیکھیں سورہ توبہ) لہٰذا ان سے بعد ضروری ہے۔ مکتوب ۴۷ (جلد اول) کے ذکر میں بیان ہو چکا کہ حضرت مجدد" مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لئے مناسب جانتے تھے کہ وہ سورہ کافرون (شمارہ ۱۰۹) کی تعلیم کے مطابق اپنے اپنے دین و کیش پر رہیں مگر برصغیر کے جارح غیر مسلموں نے حضرت مجدد" (یا اس سے قبل مثلاً حضرت شاہ ہمدان (۲۰) (و۷۸۶ھ) کو آمادہ جہاد رہنے پر مجبور کیا تھا۔ بہرحال جو حضرات حضرت مجدد" کو دو قومی نظریے کا بانی قرار دیتے ہیں' ان کے دعوے میں وزن ہے۔ جملہ معترضہ کے طور پر عرض کر دیں کہ برصغیر میں مسلمانوں کی قلت اور غیر مسلموں کی کثرت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے جس حکمران نے ذبیحہ بقر کی اجازت دی' جزیہ نافذ کیا اور شرع اسلامی پر عمل کروایا بلکہ اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق فقہ اسلامی کو بھی کافی حد تک مدون کروایا' وہ اورنگزیب عالمگیر تھا جسے علامہ اقبال نے دو قومی نظریے کا بانی بتایا ہے (۲۱)' مگر اس کی مساعی پر حضرت مجدد" کے اثرات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت مجدد ؒ نے کئی امراء کو نفاذ اسلام اور اعانت مسلمین کا فریضہ یاد دلایا جیسے عبدالرحیم خانخاناں، بادشاہ وقت جہانگیر اور میر صدر جہان وغیرہ کو، مگر خان اعظم شیخ فرید کے نام مکتوبات میں وہ باتیں زیادہ صراحت سے لکھتے رہے۔ اس ضمن میں جلد اول کا مکتوب شمارہ ۱۹۳ خاصا مفصل ہے (کراچی اور استنبول کی مشترک اشاعت ۱۹۷۷ء: صفحہ ۳۰۷ تا ۳۱۰)۔ اس مکتوب میں سکھ راہنما گوبندوال کی ہلاکت پر اظہار مسرت ہے کیونکہ وہ ہنود سے گٹھ جوڑ کر کے مسلمانوں کی ایذا رسانی کا موجب بنا ہوا تھا۔ اس کی ہلاکت کا سبب دیوان چندو لال لاہوری اور بادشاہ وقت جہانگیر کے ساتھ اس کی کشمکش اور چپقلش بتائی جاتی ہے۔ حضرت مجدد ؒ اس مکتوب میں ضرورت جہاد پر توجہ دلاتے ہیں۔ وہ جہانگیر کے اعیان اور علمائے معاصر سے گزارش کرتے ہیں کہ اکبر کی موت کے بعد مطمئن نہ ہوں مگر فتنوں کے ازالہ و استیصال کی خاطر نئے بادشاہ کی ہر امر کی طرف توجہ دلائیں۔ فرماتے ہیں کہ اس وقت ابلاغ حق کی ضرورت ہے: "••• سرور ؐ دنیا و دین نے اہل شرک و کفر پر نفرین کی ہے جیسے "اللھم شتت شملھم وفرق جمعھم و خرب بنیانھم وخذھم اخذ عزیز مقتدر"۔ اسلام اور مسلمین کی سروری کفر و کفار کی خواری میں مضمر ہے۔ جزیہ لینا بھی اس لئے ہے کہ وہ پست دکھائی دیں۔ کفار کی سرافرازی مسلمین کی تذلیل ہے مگر لوگ اس نکتے کو بھول رہے ہیں۔ فرمان باری تعالی ہے: یایھا النبی جاھدالکفار والمنافقین واغلظ علیھم" (۷۳: ۹، اے نبی، کفار اور منافقین سے جہاد کریں اور ان سے سخت رہیں)۔ جہاد اور درشتی ضروریات دین میں سے ہے۔ کفر کی جو رسوم گذشتہ بادشاہ کے دور سے باقی ہیں، وہ مسلمانوں پر سخت گراں ہیں۔ نئے بادشاہ کو ان کی خبر نہ ہوگی، گو اسے اہل کفر سے اعتنا نہیں رہا۔ مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ باقیات السیات پر بادشاہ کی توجہ مبذول کروائیں۔ یہ فرض اساساً علماء اور مشیران شاہ کا ہے۔ علمائے دین کو ابلاغ حق کے کام میں مصروف ہونا چاہیے۔ وہ کرامات اور خوارق کے مطالبے پر توجہ نہ دیں۔ قیامت کے دن ان کا یہ عذر قابل قبول نہ ہو گا کہ وہ بے کرامات ابلاغ حق کیسے کرتے؟ بہترین مبلغ انبیائے کرام تھے۔ ان سے معجزات طلب کئے جاتے تو وہ انھیں من جانب اللہ بتاتے مگر خود بیان حق میں مشغول رہتے۔ افضل انبیاء خاتم رسل ؐ کا قول ہے: "ما اوذی نبی مثل ما اوذیت" (جو اذیت مجھے دی گئی، ایسے اذیت سے کوئی دوسرا نبی دوچار نہیں ہوا)•••"

"مکتوبات امام ربانی" کا یہ ایک نارسا سا تاثر ہے۔ حضرت مجددؒ کی قابلیت اور اسلوب تلقین کا نقش مرتسم ہوتے رہنا کسی تعریف و توصیف کا محتاج نہیں۔ وہ مصلح تھے کہ بقول اقبال فریڈرک نطشے المانی (و ۱۹۰۰ء) کے سے ملحد فلسفی کو بھی ان کا زمانہ ملتا تو وہ " سرور سرمدی"، یعنی حلاوت ایمان والے مقام پر سرفراز ہو جاتا۔

کاش بودے در زمان احمدے   تارسیدے بر سرور سرمدے (۲۲)

(کاش وہ حضرت شیخ احمد کے زمانے میں ہوتا تاکہ "سرور سرمدی" تک اس کی رسائی ہو جاتی)۔ اس سرور سرمدی، کو عام کرنے کی خاطر مکتوبات امام ربانی کا مطالعہ و تداول ہمیشہ مفید رہے گا۔

مراجع اور توضیحات

۱۔ جیسے بدر الدین، ابوالبرکات (کابلی، نقشبندی، ماتریدی ۰۰۰ فاروقی)۔

۲۔ مرتبین مکتوبات نے عربی مکتوبات کا فارسی ترجمہ بھی دیا ہے۔ کتنی محنت کا کام ہے کہ عربی اشعار بھی فارسی ابیات کی صورت میں ترجمہ کئے گئے۔

۳۔ ہمارے پیش نظر چند ماخذ ہیں:

الف۔ برکات الاحمدیۃ الباقیۃ مولفہ خواجہ محمد ہاشم کشمی برہانپوری تاریخی نام زبدۃ المقامات، مولفہ ۱۰۳۷)، اردو ترجمہ شائع کردہ منزل نقشبندیہ کشمیری بازار لاہور س ن صفحات ۳۸۸۔

ب۔ سوانح عمری حضرت مجددؒ الف ثانی، مولفہ احسان اللہ عباسی گورکھ پوری، رام پور ۱۹۲۶ء۔

ج۔ حیات مجددؒ از پروفیسر محمد فرمان، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۵۸ء۔

د۔ رود کوثر، ڈاکٹر شیخ محمد اکرام لاہور، طبع ششم ۱۹۷۵ء (صفحہ ۲۲۳ تا ۳۳۲)

ھ۔ انتخاب مکتوبات شیخ احمد سرہندی (مع انگریزی میں احوال و افکار) از ڈاکٹر فضل الرحمن، اقبال اکادمی لاہور طبع دوم ۱۹۸۴ء۔

و۔ حضرت شیخ احمد سرہندی، پروفیسر محمد اسلم لاہور: ندوۃ المصنفین جزوہ ۱۶ صفحہ س ن۔

ز۔ احوال حضرت مجددؒ (مع انگیری ترجمہ مکتوبات امام ربانی ۵ جلد ۱۹۶۷ء تا ۱۹۷۶ء طبع شدہ استنبول بواسطہ Huseyn Hami Isik

۴۔ دیکھیں ڈاکٹر غلام محی الدین صوفی کی انگریزی کتاب "Kashir" (دو جلد) لاہور پنجاب یونیورسٹی ۱۹۴۸ء: صرفی یا عبدالقادر سروری کی کتاب کشمیر میں اردو ادب کی تاریخ، سری نگر ۱۹۶۸ء، میں ان کا ذکر۔

۵۔ دیکھیں رسائل مجددیہ، محبوب الٰہی لاہور ۱۹۶۵ء صفحہ ۲۴۸: ادارہ سعدیہ مجددیہ ۷ بیڈن روڈ۔ اس

مجموعے میں حضرت مجددؒ کے ۵ رسالے ہیں ۔ اثبات النبوۃ (عربی) مولفہ بظاہر ۹۹۱ھ) مذکورہ رد عمل کا مظہر ہے ۔ باقی رسائل ہیں : رسالہ تہلیلیہ (عربی) اور فارسی میں ہیں ۔ مبدا و معاد، معارف لدنیہ، تعلیقات بر شرح دو رباعی خواجہ باقی باللہ ۔

۶۔ سوانح عمری حضرت مجدد الف ثانی صفحہ ۷۰ ۔

۷۔ زبدۃ المقامات صفحہ ۳۳۶۔

۸۔ بال جبریل، کلیات اقبال، اردو شائع شدہ باشتراک اقبال اکادمی لاہور و نیشنل بک فاونڈیشن اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۴۸۸ ۔

۹۔ دیکھیں وقائع ۱۰۲۷ھ اور ۱۰۳۰ھ ۔

۱۰۔ شائع شدہ ۱۹۷۷ء طبع امرتسر کے افسٹ کا اہتمام ہے ۔ ہم یہاں خط کے نمبروں اور مجموعوں (جلدوں) کا حوالہ دینے کو کافی جانتے ہیں۔

۱۱۔ دیکھیں نفحات الانس من حضرات القدس ۔ ابن الکربلائی کی کتاب (مولفہ ۹۹۷ھ) دو جلدوں میں ہے ۔ تہران ۱۹۶۵ء، ۱۹۷۰ء۔

۱۲۔ شرح احوال و آثار و افکار علاء الدولہ سمنانی، تہران ۱۳۳۴ ش / ۱۹۵۵ء مولفہ سید مظفر صدر ۔

۱۳۔ مجموعہ انہار جاریہ مرتبہ احمد وحید الاولیاء، شیراز ۱۳۴۱ھ ش / ۱۹۶۳ء اسرار النقط اس میں شامل ہے)۔

۱۴۔ مستفاد از آیہ قرآن مجید ۲۴: ۴۲ ۔

۱۵۔ دیکھیں مکتوب ۳۱ جلد ۳ ۔

۱۶۔ قرآن مجید، سورہ یوسف آیہ ۶۸ اور بعد کی چند آیات۔

۱۷۔ ایضا اشارہ بہ ۶۴ : ۸ ۔

۱۸۔ ضرب کلیم، کلیات اقبال، اردو صفحہ ۵۷۵۔

۱۹۔ علامہ اقبال نے اس لطیفے کا تاثر قبول کرکے ایک تقریر میں علماء سوء کی جگہ "برطانوی کابینہ" کا استہزا کیا تھا: دیکھیں میری ترجمہ کردہ کتاب "شہپر جبریل"، لاہور ۱۹۸۵ء صفحہ ۳۰۶ (خطبہ صدارت جامعیہ ملیہ دہلی ۱۹۳۲ء)۔

۲۰۔ جاوید نامہ، کلیات اقبال، فارسی لاہور / اسلام آباد: اقبال اکادمی / نیشنل بک فاونڈیشن ۱۹۹۰ء صفحہ ۶۲۶۔